باب چہارم

اخلاق وآداب

اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت

حاصلاتِ تعلم

قرآن و سنت کی روشنی میں اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کی اہمیت و فضیلت کو سمجھ کر اسے اپنی زندگی میں لاگو کرتے ہوئے ایک فلاحی معاشرے کے قیام میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

علم

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کے معنی و مفہوم سے آگاہ ہو سکیں۔
- قرآن و سنت کی روشنی میں اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کی اہمیت و فضیلت کو سمجھ سکیں۔
- سیرتِ نبوی ﷺ اور سیرتِ اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کی مثالیں سمجھ سکیں۔
- عملی زندگی میں اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کے معاشرتی فوائد و ثمرات کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- سیرتِ نبوی سے اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کی مثالوں سے سبق حاصل کرتے ہوئے اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنا سکیں۔
- عملی زندگی کے معاملات میں اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کے کاموں میں شمولیت اختیار کر کے معاشرتی فلاح و بہبود میں اپنا کردار ادا کر کے اپنی دنیا و آخرت بہتر بنا سکیں۔

معنی و مفہوم

اجتماعی خیر خواہی سے مراد ہے کہ معاشرے کے تمام افراد کی بھلائی اور بہتری کی خواہش کرنا اور اس کے حصول کے لیے اقدامات کرنا، جب کہ احترامِ انسانیت سے مراد یہ ہے کہ کسی تفریق کے بغیر ہر شخص کے جان، مال اور عزت کی حرمت کا خیال رکھا جائے۔ گویا کہ انسان کی جان و مال اور عزت و آبرو کا خیال رکھا جائے خواہ وہ کسی بھی نسل، رنگ، مذہب، ذات یا قبیلے سے ہو۔ اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کا مقصد یہ ہے کہ تمام لوگوں کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کیا جائے اور ان کو کسی قسم کی تکلیف پہنچانے سے گریز کیا جائے۔

> **ارشادِ نبوی ﷺ**
>
> اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ
>
> "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"
>
> (صحیح بخاری: 10)

اہمیت و فضیلت

اسلام میں اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت بے حد اہم مقام رکھتی ہے۔ دینِ اسلام میں دوسروں کا خیال رکھنا اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچانا اسی طرح اہمیت کا حامل ہے جیسے دیگر عبادات ہیں۔ اجتماعی خیر خواہی کی اس قدر اہمیت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ، یعنی دین نام ہی خیر

خواہی کا ہے (سنن ابوداؤد: 4944)۔ یہ خیر خواہی صرف مسلمانوں کے لیے محدود نہیں ہے، بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی بھلائی کا سلوک کرنا اسلام کی تعلیمات کا اہم حصہ ہے۔ اسلام نے انسانوں کے ساتھ ساتھ بے زبان جانوروں، پرندوں اور پودوں کا خیال رکھنے کا بھی درس دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم علیہ السلام کو بہت عزت وفضیلت عطا فرمائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا

(سورۃ بنی اسرائیل: 70)

ترجمہ: ''اور یقیناً ہم نے آدم (علیہ السلام) کی اولاد کو عزت بخشی اور ہم نے انھیں خشکی اور تری میں (مختلف سواریوں پر) سوار کیا اور ہم نے انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا فرمایا اور انھیں اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا فرمائی''۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت مکرّم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کائنات کی بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں، نیز انہیں اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے شرف کو پہچانتے ہوئے اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرے اور لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کرے۔ انسانوں کی خیر خواہی کی وجہ سے ہی تمام انسانوں میں سے امتِ محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے بہترین امت کا درجہ دیا ہے۔ چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

(سورۃ آل عمران: 110)

ترجمہ: ''(مسلمانو!) تم بہترین اُمّت ہو جسے لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے پیدا کیا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کی فضیلت اس بات پر مبنی ہے کہ وہ ساری انسانیت کی خیر خواہ اور نفع رساں ہو اور ہدایت کی طرف انسانوں کی راہ نمائی کرے۔ سب انسانوں کا باہمی تعاون کے ساتھ زندگی گزارنا ہی اجتماعی خیر خواہی کا مقصد ہے۔ ایک انسان کا دوسرے انسان پر یہ حق ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے زمین میں فساد ہو۔ اسی طرح دوسرے انسان کا مال کھانا، اس سے چوری کرنا یا دھوکہ دینا بھی اجتماعی خیر خواہی کے منافی اعمال ہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جہاں نبی کریم ﷺ نے اسلام کی دیگر تعلیمات اپنی امت کے سامنے رکھیں وہیں آپ ﷺ نے اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت کا درس بھی دیا۔

سیرتِ نبوی ﷺ اور سیرتِ اہلِ بیت وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

نبی اکرم ﷺ نے تاریخ انسانی کے سب سے اعلیٰ اخلاقی معیار قائم کیے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت کا ایک بہترین نمونہ تھی۔ آپ ﷺ نبوت سے پہلے اور بعد میں بھی لوگوں کے ساتھ بھلائی اور خیر خواہی کا عمل فرماتے۔ اس کی مثال اس بات سے لی جاسکتی ہے کہ ہجرت سے قبل پورا مکہ آپ ﷺ کا دشمن تھا اور آپ ﷺ کی دعوت سے ان کو کھلا انکار تھا؛ لیکن امانتوں کے لیے اگر کوئی محفوظ جگہ تھی تو وہ آپ ﷺ ہی کی ذاتِ مبارکہ تھی۔ آپ ﷺ کی خیر خواہی کی انتہا یہ تھی کہ طائف میں جب لوگوں نے آپ ﷺ پر پتھر برسا کر آپ ﷺ کو لہولہان کر دیا، اس دن پہاڑوں کا فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ اگر آپ اجازت دیں تو طائف کے دونوں پہاڑوں کو ٹکرا دوں اور یہ گستاخ قوم تباہ ہو جائے، اس وقت آپ ﷺ کا جواب تھا کہ

نہیں، میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا فرمائیں گے جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

اسی طرح ایک جنگ کے دوران صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے یمامہ کے سردار ثُمامہ ابن اُثال کو زندہ پکڑ لیا اور خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے ان کا حال پوچھا تو انھوں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو قتل کر دیں، اگر آپ چاہیں تو معاف کر دیں۔ آپ ﷺ نے ان کو رہا کر دیا، جبکہ دشمن کے سردار کو رہا کرنے کا اس وقت عرب میں کوئی رواج نہ تھا۔ مگر رہا ہوتے ساتھ ہی وہی سردار ایک قریبی باغ میں جا کر غسل کرنے کے بعد دوبارہ واپس آیا اور اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا (صحیح مسلم: 3310)۔ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ایسے بے شمار واقعات سے بھری ہوئی ہے۔

آپ ﷺ کے اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم بھی آپ ﷺ کی سکھائی ہوئی تعلیمات کے مطابق اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کے جذبے سے سرشار تھے۔ مدینہ منورہ کی ابتدائی زندگی میں مہاجرین وانصار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے درمیان قائم ہونے والا مواخات کا رشتہ اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس بھائی چارہ کے ذریعہ ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جس کی بنیاد میں اخلاق ومحبت، ایثار وہمدردی اور مساوات کا خمیر شامل تھا۔ اس صالح معاشرے سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی وہ جماعت تیار ہوئی جو رہتی دنیا تک کے تمام انسانوں کے لیے اعلیٰ ترین اخلاقی نمونے چھوڑ گئی۔ مہاجرین اور انصار کے مابین قائم ہونے والے اس رشتے کی بدولت ان میں بھائی چارے اور اجتماعی خیر خواہی کا وہ جذبہ پیدا ہوا کہ انہوں نے اپنی ضروریات پر اپنے بھائی کی ضرورت کو ترجیح دی۔ اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ کی زیرِ سرپرستی میثاقِ مدینہ جب عمل میں آیا، تو تمام مسلمان اور غیر مسلم ایک ریاست کے شہری قرار پائے اور ان کے حقوق کی حفاظت کے اقدامات عمل میں آئے۔ احترامِ انسانیت کے جذبے کے تحت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے غیر مسلم شہریوں کے حقوق کا تحفظ کیا اور رہتی دنیا تک کے لیے مثالیں قائم کیں۔ اس سلسلے میں درج ذیل مثالیں بھی قابلِ ذکر ہیں:۔

- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عزت وحرمت کو تمام حرمتوں پر فضیلت دی ہے۔
- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ خانہ کعبہ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ (اے کعبہ) تیرا مقام کس قدر بڑا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مومن کا احترام تجھ سے بھی زیادہ ہے۔
- ہجرتِ مدینہ کے بعد انصار نے مہاجرین کو اپنے مال میں شریک کرنا، ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنا اور ان کے ساتھ ہر قسم کا ایثار کرنا اجتماعی خیر خواہی کی بہترین مثال ہے۔
- حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ کریم ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ پابندی کے ساتھ نماز پڑھوں گا، زکوٰۃ ادا کروں گا، اور ہر مسلمان کے حق میں خیر خواہی کروں گا۔

معاشرتی فوائد و ثمرات

اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت ایک ایسے جذبے کا نام ہے جو معاشرے پر دوررس اثرات مرتب کرتا ہے۔ ہر معاشرے میں مختلف رنگ ونسل کے لوگ آباد ہوتے ہیں، جن میں کئی قسم کے مذہبی اور فکری اختلافات ہوتے ہیں۔ ان اختلافات کے باوجود اگر تمام لوگ روزمرہ زندگی میں آپس میں احترام ومحبت سے پیش آئیں اور ایک دوسرے سے تعاون کریں تو معاشرہ خوشیوں کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے سے نہ صرف معاشرے میں لڑائی جھگڑے کم ہوتے ہیں، بلکہ جرائم کی روک تھام میں مدد ملتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے کام آنے سے، اپنے گلی محلے

کی صفائی کا خیال رکھنے اور آس پاس رہنے والے نادار لوگوں کی مدد کرنے سے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے، بلکہ آپس میں محبت اور احساس کا رشتہ استوار ہوتا ہے۔ اور نہ صرف اس سے معیارِ زندگی بلند ہوتا ہے، بلکہ ملک و قوم ترقی و خوشحالی کی راہ پر چل پڑتے ہیں۔ مدینہ منورہ کی ریاست کی مثال اس موقع پر نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ مہاجرین، انصار اور یہود نے ایک معاشرے میں رہتے ہوئے اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کے اصولوں کو اپنایا اور ایک مثالی فلاحی ریاست قائم ہوئی۔ اس لیے ہم پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنی زندگی میں اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کے اصولوں کو ملحوظِ خاطر رکھیں اس سے ہمارا معاشرہ امن و آشتی کا گہوارہ بن جائے گا اور افراد کی دنیا اور آخرت میں کامیابی یقینی ہو گی۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ حدیثِ مبارکہ کے مطابق دین نام ہے:

(الف) نماز کا (ب) سچائی کا (ج) خیر خواہی کا (د) عمل کا

۲۔ خیر خواہی کے مستحق ہیں:

(الف) تمام مسلمان (ب) تمام انسان (ج) نیک انسان (د) تمام مخلوقات

۳۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے بہترین امت کا درجہ دیا:

(الف) عبادات کی وجہ سے (ب) اخلاق کی وجہ سے (ج) خیر خواہی کی وجہ سے (د) اچھے اعمال کی وجہ سے

۴۔ اجتماعی خیر خواہی سے جذبہ پیدا ہوتا ہے:

(الف) بھائی چارے کا (ب) طاقت حاصل کرنے کا (ج) عبادت کا (د) سچائی کا

۵۔ معاشرے میں لڑائی جھگڑے ختم ہوتے ہیں:

(الف) غرباء کی امداد سے (ب) آپس کے حقوق کا خیال رکھنے سے

(ج) طاقت کے زور سے (د) محنت سے

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت سے کیا مراد ہے؟

۲۔ اسلام سے پہلے دنیا کے معاشرتی حالات کیسے تھے؟

۳۔ احترامِ انسانیت سے متعلق ایک آیتِ مبارکہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

۴۔ مواخاتِ مدینہ سے مدنی معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟

۵۔ معاشرے میں جرائم کی روک تھام میں اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کیسے کردار ادا کرتے ہیں؟

ج۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت پر دلائل دیں۔

۲۔ سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت پر مفصل نوٹ تحریر لکھیں۔

۳۔ اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت معاشرے کے لیے کیوں ضروری ہے؟ تفصیلاً لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی میں اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت کے چیدہ چیدہ نکات کی فہرست مرتب کریں۔
- روزمرہ زندگی میں ہم جن جن اجتماعی خیر خواہی کے کاموں میں شمولیت اختیار کر سکتے ہیں، ان کی فہرست بنائیں۔
- نیچے دیے گئے اجتماعی خیر خواہی کے کاموں میں سے آپ کن کن کاموں میں حصہ لیتے رہے ہیں، ان کی نشاندہی کریں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ ان کاموں کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

محلے یا کمرا جماعت کی صفائی	شجر کاری کی مہم	ناداروں کی مدد	پارکوں کی صفائی	معذوروں کی امداد	ہسپتال میں عوام کی رہنمائی

- اجتماعی خیر خواہی کے کاموں میں سے پانچ ایسی خوبیوں پر نشان لگائیں جو آپ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ وہ خوبیاں کن کاموں سے پیدا ہوتی ہیں۔

خوبیاں	احترام انسانیت	ایثار	حقوق العباد کا احترام	خدمتِ خلق	جانوروں کا خیال	خدا ترسی	حسنِ اخلاق	سخاوت
اجتماعی خیر خواہی کے کام								

برائے اساتذہ کرام

- رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور سیرت اہل بیتِ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اجتماعی خیر خواہی کے چند واقعات سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔
- طلبہ سے اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت کے بارے میں کتب کا مطالعہ کروائیں اور مذاکرہ منعقد کریں۔

اخلاقی رذائل سے اجتناب

(تعصّب، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بد عنوانی)

حاصلاتِ تعلّم

قرآن و سنّت کی روشنی میں اخلاقی رذائل (تعصّب، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بد عنوانی) سے اجتناب کی اہمیت اور احکام کو سمجھ کر اپنی زندگی، ان رذائل سے بچ کر گزار سکیں۔

علم

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اخلاقی رذائل (تعصّب، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بد عنوانی) کے معنی و مفہوم سے آگاہ ہو سکیں۔
- قرآن و سنّت کی روشنی میں مذکورہ اخلاقی رذائل کی مذمت کے بارے میں جان سکیں۔
- سیرتِ نبوی، سیرتِ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مذکورہ اخلاقی رذائل سے اجتناب کی تلقین کے بارے میں جان سکیں۔
- اس بات کا جائزہ لے سکیں کہ مذکورہ اخلاقی رذائل اپنانے سے معاشرے میں کون کون سے بگاڑ پیدا ہو سکتے ہیں اور ان کا تدارک کس طرح کیا جا سکتا ہے۔

صلاحیت

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- قرآن و سنّت کی روشنی میں مذکورہ اخلاقی رذائل کی مذمت سے آگاہ ہو کر روزمرہ زندگی میں اس سے اجتناب کرنے والے بن سکیں۔
- روزمرہ زندگی کے معاملات میں مذکورہ اخلاقی رذائل سے اجتناب کر کے معاشرے کی بہتری میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

دینِ اسلام میں جہاں ہمیں عبادات کا حکم ہے، وہیں اسلام ہمیں بہت سی بری عادات سے رکنے کا حکم دیتا ہے۔ ان بری عادات کا نہ صرف انسان کی شخصیت پر، بلکہ پورے معاشرے پر انتہائی برا اثر پڑتا ہے۔ ان اخلاقی رذائل میں تعصّب، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بد عنوانی وغیرہ سرِ فہرست ہیں۔

تعصّب

تعصّب کے معنی ہیں بے جا طرف داری یعنی کسی شخص کے ساتھ اس کے رنگ و نسل یا مذہب کی وجہ سے اس کے ساتھ امتیازی سلوک کرنا یا اسے کم تر جاننا۔ جبکہ اپنی قوم یا قبیلے کے لوگوں کو دوسروں سے بہتر جاننا اور باقی لوگوں کو کمتر جاننا بھی تعصّب کی ایک قسم ہے۔ اسلام سے پہلے عرب معاشرہ بھی اسی تعصّب کا بدترین شکار تھا۔ لوگ اپنے اپنے قبیلے کو باقیوں سے بہتر سمجھتے تھے اور ظلم و جبر کے کاموں میں بھی اپنے قبیلے کا ساتھ دیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان قبیح روایات کا خاتمہ کیا اور انسانیت کو درس دیا کہ تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں برابر ہیں۔ اسلام نے تعصّب اور اس سے جڑی روایات کی سختی سے مذمت کی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف گروہوں اور قبیلوں میں پیدا کرنے کی حکمت کچھ یوں بتائی ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ (سورۃ الحجرات: 13)

ترجمہ: ''اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمھیں (مختلف) قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔''

نبی کریم ﷺ نے عرب کے اس معاشرے میں امیر و غریب اور ذات پات کی تمیز کو ختم کرکے سب کو ایک صف میں کھڑا کر دیا۔ اس کی بہترین مثال فتح مکہ کا واقعہ ہے۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر کئی بڑے بڑے سرداروں کی موجودگی میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دینے کا شرف دیا، جو کہ ایک آزاد کردہ غلام تھے۔ اس سے معاشرے کے لیے یہی پیغام تھا کہ اسلام میں کسی کو بھی نسل یا رنگ کی بنیاد پر فضیلت یا اہمیت نہیں مل سکتی۔ اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف مسلم قبائل، بلکہ غیر مسلم قبائل میں بھی نکاح کیے، تاکہ مذہبی تعصب کا بھی خاتمہ ہو سکے۔ اس سلسلے میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اُمّ المومنین بننا ہمارے لیے ایک روشن مثال ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مصر کے ایک نہایت غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنے رشتۂ ازدواج میں لے کر ہر طرح کے تعصب کا خاتمہ فرما دیا۔ اس سلسلے میں ایک اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ جسے عصبیت پر موت آئی وہ ہم میں سے نہیں ہے (سنن ابوداؤد: 5121)

خود پسندی

خود پسندی کے معنی ہیں اپنی ذات کو دوسرے لوگوں سے اونچا یا بہتر جاننا اور دوسروں کو حقارت سے دیکھنا۔ اس کے علاوہ اپنے کمال (مثلاً علم یا عمل یا مال) کو اپنا کمال سمجھنا اور اس بات کا خوف نہ رکھنا کہ یہ چھن جائے گا۔ اسلام میں خود پسندی ایک مکروہ عمل ہے اور اس کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (سورۃ النجم: 32)

ترجمہ: ''تو تم اپنی پاکیزگی کے دعوے نہ کرو وہ خوب جانتا ہے کس نے پرہیزگاری اختیار کی۔''

اللہ تعالیٰ ہر انسان کو متعدد خوبیوں سے نوازتا ہے، بسا اوقات اس کا کوئی ایک کمال ممتاز حیثیت اختیار کر جاتا ہے اور وہ اسکے حوالے سے دوسروں سے ممتاز ہو جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو اس خوبی میں دوسروں سے بہتر خیال کرنے لگتا ہے۔ اس سے وہ انسان خود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے جو بعد میں تکبر کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ خود پسندی اخلاقی رذائل میں سے شیطان کا ایک ایسا ہتھیار ہے جو بہت کم رائیگاں جاتا ہے۔ بڑے بڑے عابد، زاہد عالم فاضل بھی اسکے اس ہتھکنڈے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ انسان اپنے آپ کو بہت بلند و بالا اور عظیم سمجھنے لگتا ہے اور دوسروں کو حقیر اور کم تر۔ یہی احساس پہلے اس کی ترقی کے راستے میں رکاوٹ بن جاتا ہے اور پھر اپنے مقام سے تنزلی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ جو کہ تمام انسانیت میں سب سے اعلیٰ اور ارفع مقام رکھتے تھے، آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی کو حقیر نہیں جانا۔ آپ ﷺ نے نہ صرف خود اس پر عمل کیا، بلکہ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اس کی تعلیم دی۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تین باتیں انسان کو ہلاک کرنے والی ہیں، بخل کی پیروی، نفس کی اتباع، خود پسندی اور خود نمائی۔ (مسند بزار: 3366)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ انسان کی خود پسندی اس کی عقل کے حریفوں میں سے ہے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خود پسندی ستر سال کے عمل کو برباد کر دیتی ہے۔

فحش گوئی

فحش گوئی یعنی بے ہودہ باتیں کرنے کا مطلب ہے کہ انسان اپنی زبان سے ایسی باتیں نکالے جو شرافت و تہذیب اور شرم و حیا کے دائرہ سے خارج ہوں، جیسے کسی کو گالی دینا، طعنہ زنی کرنا یا کسی پر لعنت بھیجنا۔ اخلاقی رذائل میں سے یہ ایک ایسا برا عمل ہے کہ جو انسان کی شخصیت کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے اور اس

کی آخرت کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس عمل کی مذمت ان الفاظ میں کی کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں بدترین وہ ہے جسے لوگ اُس کی فحش کلامی سے بچنے کے لیے چھوڑ دیں (صحیح بخاری: 6131)۔

فحش گوئی ایسا برا عمل ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ فحش گوئی کو نفاق کی ایک شاخ کہا گیا ہے اور ایسے شخص کے لیے جہنم کے عذاب کی وعید ہے۔ فحش گوئی سے مغلظات اور گالیاں ہی مراد نہیں ہیں، بلکہ اسلامی تعلیمات کے اعتبار سے ہر وہ بات اس میں شامل ہے جو دوسرے کی توہین و تحقیر یا اس کی دل آزاری کا سبب ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے ماں باپ کو بُرا بھلا نہ کہے۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا کہ کیا کوئی اپنے ماں باپ کو بُرا بھلا کہہ سکتا ہے؟ یعنی یہ بات تو کسی بھی شخص سے نہیں ہو سکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے گا تو وہ پلٹ کر اس کے ماں باپ کو ایسا ہی کہے گا (صحیح بخاری: 5973)۔ گویا اس کی گالی اپنے ہی والدین کو گالی کا سبب بن جاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اپنی زبان کی اسی طرح حفاظت کرو جس طرح اپنے سونے چاندی کی کرتے ہو۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فحش گو پر جنت میں داخل ہونا حرام ہے۔ اس لیے ہر طرح کی بدزبانی اور گالم گلوچ سے بچنا چاہیے۔

منشیات کا استعمال

اسلامی شریعت کے احکام بنیادی طور پر جن پانچ مقاصد پر مبنی ہیں ان میں دین، جان، نسل اور مال کی حفاظت کے ساتھ عقل کی حفاظت بھی شامل ہے، عقل اور فکر کی قوت کو باقی اور توانا رکھنا اور اسے نقص و خلل سے محفوظ رکھنا دین کے مقاصد میں سے ہے۔ شراب، منشیات اور نشہ آور چیزوں کے استعمال کو شریعتِ اسلام میں حرام، ناپاک اور مہلک اسی لئے بتایا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ انسان انسانیت کے پردے سے باہر آجاتا ہے اور پھر وہ سب کچھ کر گزرتا ہے جس سے انسانیت اور شرافت شرم سار ہو جاتی ہیں۔ ہمارے موجودہ سماج میں منشیات کا استعمال تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے اور خاص طور پر نوجوانوں کا طبقہ اس لت میں بری طرح مبتلا ہوتا جا رہا ہے، صورت حال اس قدر تشویش ناک ہے کہ ہزارہا ہزار گھر تباہی کے دہانے پر ہیں اور اخلاقی بے راہ روی عام ہو گئی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے منشیات کو حرام بلکہ ناپاک قرار دیا ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی اس کی بڑی سخت وعید آئی ہے اور بار بار رسول اللہ ﷺ نے پوری وضاحت کے ساتھ اس کے حرام اور گناہ ہونے کو بتایا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ (صحیح بخاری: 5585)۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس شے کی زیادہ مقدار نشہ کا باعث ہو، اس کی کم مقدار بھی حرام ہے (سنن ترمذی: 1865)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے شراب پی، اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں فرماتا۔

رشوت ستانی

اسلامی اصطلاح میں رشوت دراصل اس مال کو کہتے ہیں جسے ضرورت مند شخص اس شرط پر حاکم کو دے تاکہ وہ اس کے حق میں فیصلہ دے یا کسی ایسے شخص کو اس شرط پر دے جو حاکم سے اس کا کام کرا دے گا۔ اسلام جہاں حلال ذرائع سے رزق کمانے کی تعلیم دیتا ہے وہیں حرام ذرائع سے اجتناب کرنے کا حکم بھی دیتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رشوت ایک حرام اور ناجائز ذریعہ آمدن ہے اور اسلام حرام سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ نہ صرف رشوت لینا ایک جرم ہے، بلکہ رشوت دینے والا بھی اسی عمل میں برابر کا گنہگار ہے۔ نبی کریم ﷺ نے رشوت کی حرمت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ رشوت لینے اور دینے والا دونوں جہنم میں جائیں گے (سنن ابو داؤد: 3580)۔ ایک مرتبہ ایک شخص کو آپ ﷺ نے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے عامل بنا کر بھیجا۔ وہ جب زکوٰۃ وصول کر کے واپس آیا تو اس نے مال زکوٰۃ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کچھ ایسی چیزیں بھی پیش کیں جس کے بارے میں اس کا کہنا یہ تھا کہ یہ مجھے لوگوں نے تحفے کے طور پر دی ہیں اس لیے یہ میرا حق ہے۔ آپ ﷺ نے برہم ہو کر ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کو میں عامل زکوٰۃ بنا کر بھیجتا ہوں اور وہ واپس آکر کہتا ہے کہ یہ مالِ زکوٰۃ ہے اور یہ وہ تحائف ہیں جو مجھے دیے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر اس شخص کو میں

عامل نہ بناتا تو کیا پھر بھی اس کو یہ تحائف ملتے ؟ (صحیح بخاری: 7174)۔ مطلب یہ ہے کہ جو تحائف کسی کو حاکم ہونے کی وجہ سے ملتے ہیں وہ دراصل بالواسطہ رشوت ہوتے ہیں صرف نام بدل دیا جاتا ہے۔ اس لیے حضور ﷺ نے ایسے تحائف کو بھی رشوت ہی کی طرح حرام ٹھہرایا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ کسی آدمی نے کسی حاکم سے اپنی حاجت پوری کرنے کو کہا اور اس نے اس کی حاجت پوری کر دی، پھر اُس نے اسے ہدیہ بھیجا اور اس نے قبول کر لیا، تو یہ حرام ہے۔

بد عنوانی

کسی بھی معاشرے میں دیانت داری کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اگر معاشرے کے تمام افراد اپنی اپنی ذمہ داریاں دیانتداری کے ساتھ انجام دیں تو معاشرہ ایک مثالی ترقی یافتہ معاشرہ بن جاتا ہے۔ لیکن اگر لوگ دیانت داری کے بجائے بد دیانتی اور خیانت پر اتر آئیں گے تو معاشرہ اخلاقی، معاشی اور معاشرتی پستی کا شکار ہو جائے گا اور اسی کو بد عنوانی کہا جاتا ہے۔ اگر کسی ملک میں بد عنوانی سرایت کر جائے تو وہاں دولت کی عادلانہ تقسیم ممکن نہیں رہتی۔ اگر سرکاری افسران بد عنوانی میں ملوث ہو جائیں تو ملکی خزانہ غلط طور پر استعمال ہونے لگتا ہے۔ غیر حقدار لوگ تو ناجائز ذرائع سے سب کچھ لے جاتے ہیں لیکن حقدار محروم رہ جاتے ہیں اور ملکی آمدنی عوام تک نہیں پہنچ پاتی۔ یوں ملک ترقی کی بجائے تنزلی کی جانب بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسلام نے ہمیشہ عادلانہ طرزِ حکومت پر زور دیا ہے۔ تمام حکمرانوں اور حکومتی عہدیداروں کو اپنے فرائض دیانتداری سے انجام دینے کی تلقین کی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ اس بارے میں ہمارے لیے بہترین مثال ہے۔ اس کے بعد خلفائے راشدین نے بھی ان روشن اصولوں کو اپنائے رکھا۔ خصوصاً خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اعلیٰ طرزِ حکمرانی کی وہ مثالیں قائم ہوئیں جنہیں آج تک دنیا یاد کرتی ہے۔ خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے کہ حکمران کی ذمہ داری ہے کہ وہ حق امانت ادا کرے۔ اگر وہ یہ حق ادا کرتا ہے تو عوام پر بھی اس کی اطاعت لازم ہو جاتی ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن میں ہر خصلت ہو سکتی ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔

ان اصولوں کی پیروی کرنے سے ان تمام اخلاقی رذائل کا ازالہ کیا جا سکتا ہے اور معاشرہ تعصب پسندی، فحش گوئی، منشیات، رشوت ستانی جیسی تمام خرابیوں سے پاک ہو سکتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم خود بھی ان رزائل سے بچیں اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسوہ کو سامنے رکھ کر اپنے معاشرے کو ان تمام رزائل سے پاک کرنے کی جدوجہد کریں۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ کسی شخص کے ساتھ اس کے رنگ و نسل یا مذہب کی وجہ سے اس کے ساتھ امتیازی سلوک کرنا یا اسے کم تر جاننا کہلاتا ہے:

(الف) تکبر (ب) تعصب (ج) خود پسندی (د) ناانصافی

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف گروہوں اور قبیلوں میں پیدا کیا:

(الف) آپس میں احساسِ برتری کے لیے (ب) جنگ و جدل کے لیے

(ج) آپس میں پہچان کے لیے (د) ایک دوسرے کی مدد کے لیے

۳۔ خود پسندی شکل اختیار کر لیتی ہے:

(الف) تکبر کی (ب) حسد کی (ج) تعصب کی (د) بد عنوانی کی

۴۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق حاکم ہونے کی وجہ سے ملنے والے تحائف کی حیثیت ہوتی ہے:
(الف) خیانت کی (ب) رشوت کی (ج) چوری کی (د) اقرباپروری کی

۵۔ اسلام میں منشیات اور نشہ آور چیزوں کے استعمال کو حرام قرار دینے کی سب سے اہم وجہ ہے:
(الف) مال کا ضائع ہونا (ب) صحت خراب ہونا (ج) اخلاقی برائیاں پیدا ہونا (د) بزدل ہو جانا

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ اخلاقی رذائل سے کیا مراد ہے؟ ۲۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے تعصب کی مذمت کیسے کی؟
۳۔ حدیثِ مبارکہ کے مطابق انسان کو ہلاک کر دینے والی تین چیزیں کونسی ہیں؟
۴۔ فحش گوئی کی مذمت میں ایک حدیثِ مبارکہ بیان کریں۔ ۵۔ بد عنوانی سے کیا مراد ہے؟

ج۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ اخلاقی رذائل سے چھٹکارا معاشرے کے لیے کیوں ضروری ہے؟ مذکورہ اخلاقی رذائل ایک معاشرہ کیسے چھٹکارا پا سکتا ہے؟ وضاحت کریں۔
۲۔ تعصب اور خود پسندی میں فرق واضح کریں اور بتائیں کہ ہم کس طرح ان رذائل سے بچ سکتے ہیں؟
۳۔ فحش گوئی اور منشیات کے استعمال سے معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ تفصیلاً بیان کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں اخلاقی رذائل (تعصب، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بد عنوانی) سے اجتناب سے سبق حاصل کرتے ہوئے ان رذائل کے گناہ اور نقصانات کے متعلق مذاکرہ کرائیں۔
- اپنی زندگی کا جائزہ لیں اور بتائیں کہ ہمارے اندر کون کون سے اخلاقی رذائل (تعصب، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بد عنوانی) موجود ہیں یا موجود نہیں ہیں۔ اگر موجود ہیں تو ان سے بچنے کے لیے ان شاء اللہ لکھیں اور اگر موجود نہیں ہیں تو الحمد للہ لکھیں۔

اخلاقی رذائل	تعصب	خود پسندی	فحش گوئی	منشیات کا استعمال	بد عنوانی
ان شاء اللہ یا الحمد للہ					

برائے اساتذہ کرام

- عملی زندگی سے مثالیں دیں کہ اخلاقی رذائل (تعصب، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بد عنوانی) سے معاشرے میں کون کون سے بگاڑ پیدا ہو رہے ہیں اور ان کے تدارک میں ہم کس طرح اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

معاشرتی تعلق کے اخلاق و آداب

حاصلاتِ تعلّم

قرآن و سنّت کی روشنی میں معاشرتی تعلق کے اخلاق و آداب کی اہمیت و فضیلت کو سمجھ کر اسے اپنی زندگی میں لاگو کرتے ہوئے ایک پر امن فلاحی معاشرے کے قیام میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

علم	صلاحیت
طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:	طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:
• معاشرتی تعلق کے معنی و مفہوم اور فضیلت و اہمیت سے آگاہ ہو سکیں۔ • سیرتِ نبوی ﷺ، سیرتِ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے معاشرتی تعلق کے اخلاق و آداب کی روشن مثالیں سمجھ سکیں۔ • روز مرّہ زندگی میں معاشرتی تعلق بشمول سوشل میڈیا کے استعمال کے آداب اور حدود و قیود کو سمجھ سکیں۔ • روز مرّہ معاملات اور گھریلو زندگی میں معاشرتی تعلق کے اخلاق و آداب اپنانے میں معاشرتی فوائد و ثمرات کی اہمیت کا جائزہ لے سکیں۔	• سیرتِ نبوی ﷺ، سیرتِ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے معاشرتی تعلق کی مثالیں جان کر اپنے قول و فعل کا جائزہ لے سکیں۔ • معاشرتی تعلق کے اخلاق اپنا کر معاشرے میں پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کے سدِ باب میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

تعارف

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں خاندان کی صورت میں آباد کیا اور اسے کئی رشتوں میں منسلک کیا۔ ہر انسان کے دنیا میں کئی رشتے ہوتے ہیں جن سے اسکا زندگی بھر کے لیے تعلق قائم رہتا ہے۔ ان میں سے کچھ گھر کے افراد ہوتے ہیں، کچھ پڑوسی اور کچھ دوست اور دیگر قرابت دار ہوتے ہیں۔ ان سب کے ساتھ انسان کے تعلق کو معاشرتی تعلق کہا جاتا ہے۔ اسلام میں اسی معاشرتی تعلق کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ اسلام ایک ایسا ضابطۂ حیات پیش کرتا ہے جس میں فرد کی انفرادی زندگی سے پورے انسانی معاشرے کی اجتماعی زندگی تک، فرد اور معاشرے کی اصلاح کی ضمانت فراہم کی گئی ہو۔ اسلام کے اسی فلسفۂ حیات کی روشنی میں زندگی کے تمام شعبوں کی تعمیر عمل میں آتی ہے۔ اسلامی تہذیب و معاشرت اسلامی ضابطۂ حیات کی ترجمان اور انسانی فطرت کی عکاسی کرتی ہے۔

اخلاق وآداب کی اہمیت وفضیلت

معاشرتی تعلقات اور ان کے آداب کو دین میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ دینِ اسلام اعمال وعبادات کے ساتھ ساتھ معاشرتی آداب پر بھی زور دیتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومنین میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جو ان میں سے سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہے اور اپنے اہل وعیال پر زیادہ مہربان ہے۔ (سنن ترمذی: 2612)

معاشرتی تعلق اور اخلاق

معاشرے میں سب سے پہلے انسان کا تعلق جن سے بنتا ہے، وہ اس کے والدین ہیں۔ والدین ہی وہ عظیم ہستیاں ہیں جو پیدائش سے لے کر زندگی کے ہر مرحلے میں ہمارا خیال رکھتے ہیں۔ اس لیے ہمارے حسنِ اخلاق کے سب سے زیادہ مستحق والدین ہی ہوتے ہیں۔ اسلام ہمیں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے، ان کا حکم ماننے اور ان کی خدمت کا حکم دیتا ہے۔ والدین کے علاوہ بھی ہم پر لازم ہوتا ہے کہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں ملنے والے ہر شخص کے ساتھ اچھے انداز سے پیش آئیں اور معاشرتی تعلق کے درج ذیل اخلاق وآداب کو ملحوظِ خاطر رکھیں۔

مسکرا کر بات کرنا: معاشرتی تعلق کے ان اخلاق وآداب میں بہت سی چیزیں شامل ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ان میں سے ایک مسکرا کر بات کرنا بھی ہے۔ اسلام ہمیں اپنی روزمرہ زندگی میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہوئے مسکرانے کا درس دیتا ہے۔ ایک دوسرے سے مسکرا کر بات کرنے سے نہ صرف آپس میں محبت بڑھتی ہے بلکہ یہ ایک نیکی کا کام بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اپنے بھائی سے ملتے ہوئے مسکرانا بھی نیکی ہے۔“ (سنن ترمذی: 1970)

شکریہ ادا کرنا: معاشرتی تعلق کے آداب میں دوسرا اہم عمل ایک دوسرے کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ اگر کوئی ہمارے ساتھ نیکی یا بھلائی کا سلوک کرے تو ہم پر لازم ہوتا ہے کہ ہم اس کا شکریہ ادا کریں۔ مثال کے طور پر اگر سفر کے دوران کوئی ہماری ضرورت پوری کرے یا مجلس میں کوئی بیٹھنے کے لیے جگہ دے، یا کوئی بھی شخص کسی بھی موقع پر ہمارے ساتھ کوئی اچھا عمل کرے تو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ اس بارے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا (سنن ابوداؤد: 4811)۔ لوگوں کا شکریہ ادا کرنے سے نہ صرف معاشرے میں ایک خوشگوار ماحول بنتا ہے، بلکہ اس سے باہمی امداد کا جذبہ مزید پروان چڑھتا ہے۔

سلام کرنا: اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے سکھائے ہوئے آدابِ معاشرت میں سلام کرنے کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ جب کسی سے ملاقات کی جائے تو سب سے پہلا کام سلام ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ بھی راہ چلتے ہوئے بھی اگر کوئی ملے تو اسے سلام کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ سلام کرنے میں ہماری جانب سے پہل ہو۔ اور اگر کوئی ہمیں سلام کرے تو اس کا جواب بھی لازمی دیا جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۗ (سورۃ النساء: 86)

”ترجمہ: اور جب تمھیں سلام کیا جائے تو تم اُس سلام کا بہتر جواب دو یا اُسی کو لوٹا دو“۔

سلام کرنا نہ صرف ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دینا ہے، بلکہ اس سے معاشرتی تعلقات کو فروغ دینے اور انھیں استوار کرنے میں مدد ملتی ہے۔ سلام کرنے کے ساتھ ساتھ مصافحہ اور معانقہ کرنا نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ ہے۔ سلام کے ساتھ مصافحہ محبت اور گرم جوشی کے ساتھ کرنا چاہیے۔ اس سے نہ صرف انسان اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے، بلکہ آپس میں اعتماد اور گرم جوشی کا ایک تعلق استوار ہوتا ہے۔ اس کے متعلق آپ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: "اگر دو مسلمان آپس میں ملتے ہوئے اخوتِ دینی کی بنا پر مصافحہ کریں تو وہ جدا ہونے سے پہلے بخش دیے جاتے ہیں۔" (سنن ابوداؤد: 5212)

ملاقات کرنا: معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب میں ہمیں اس بات کا بھی دھیان رکھنا چاہیے کہ ہم اگر کسی سے ملاقات کی غرض سے اس کے گھر جا رہے ہیں تو اس گھر کے اندر اجازت لے کر داخل ہوں اور ملاقات کو بلاوجہ طول نہ دیں۔ جس مقصد کے لیے کسی کے گھر گئے ہیں، اس کے پورا ہوتے ہی واپس لوٹ آئیں۔ ہمارے دیر تک رکنے سے ہمارے میزبان کے آرام اور دیگر معاملات میں خلل واقع ہو سکتا ہے۔ اس امر پر قرآن مجید نے ہماری ان الفاظ میں رہنمائی کی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (سورۃ النور: 27)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہونا یہاں تک کہ تم اجازت (نہ) لے لو اور گھر والوں کو سلام (نہ) کر لو یہ تمھارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

سوشل میڈیا کا استعمال: پرانے ادوار میں جہاں انسانوں کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ ظاہری ملاقات سے ہی ممکن تھا، آج کے جدید دور میں یہ فاصلہ سوشل میڈیا کے ذریعے سمٹ چکا ہے۔ آج ہمیں کسی سے ملاقات کے لیے اس کے گھر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی، بلکہ سوشل میڈیا کے ذریعے ہم میلوں دور بیٹھ کر ملاقات کر سکتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم دور بیٹھ کر سوشل میڈیا یا دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب کو بھول جائیں۔ سوشل میڈیا پر بھی ہمیں کئی چیزوں کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً کسی کے بارے میں غلط اور جھوٹی خبر کو بلا تصدیق نہ پھیلایا جائے اور نہ ہی کسی کی کوئی ذاتی معلومات یا تصاویر کو شائع کیا جائے۔ کسی کی کردار کشی کرنا، چاہے وہ کسی بھی ذریعے سے ہو، اسلام کی تعلیمات کے مطابق سخت گناہ ہے۔ اس لیے جدید دور کے حالات میں بھی معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب کو اپنائے رکھنا نہایت ضروری ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ اور سیرتِ اہلِ بیت وصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب کی مثالوں سے بھرپور ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف خود ان اصولوں پر عمل کر کے اپنی امت کے لیے مثال قائم کی، بلکہ آپ ﷺ کے اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی ان ہی اصولوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے زندگی گزاری۔ آپ ﷺ جیسے اخلاقِ حسنہ نہ تو آج تک کسی نے دیکھے اور نہ ہی رہتی دنیا تک اُن کی کوئی مثال مل پائے گی۔ آپ ﷺ جب بھی کسی سے ملتے تو مسکرا کر ملتے اور ملاقات کا آغاز سلام سے کرتے۔ حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مسکراتا ہوا چہرہ کسی اور کا نہیں دیکھا۔ جب بھی آپ ﷺ کسی سے ملاقات فرماتے تو مصافحہ کرتے اور آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کوئی شخص مدّت کے بعد ملتا یا لمبے سفر سے واپس آتا، تو اس کے ساتھ اظہارِ محبت کے لیے معانقہ فرماتے یعنی گلے ملتے۔ سیدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ آئے اس وقت آپ ﷺ میرے ہاں تشریف فرما تھے، انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ ﷺ نے اس وقت کرتا اتارا ہوا تھا، آپ ﷺ اسی حالت میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گلے لگایا اور انہیں چوما۔ اسی طرح آپ ﷺ کا معمول تھا کہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر

تشریف لے جاتے تو دروازے کے بالکل سامنے قیام نہ فرماتے، بل کہ ایک طرف ہو کر کھڑے ہوتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی آپ ﷺ نے اس کی تعلیم دی اور اس اہم تعلیم کو نظر انداز کرنے پر سرزنش اور تربیت بھی فرمائی۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپ ﷺ سے ملاقات کے لیے آیا اور اس نے آپ ﷺ کے حجرہ مبارک میں سے اندر جھانکا، نبی ﷺ ایک کنگھے سے اپنا سر مبارک کھجا رہے تھے، آپ ﷺ نے اسے فرمایا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم جھانک رہے ہو تو یہ کنگھا تمہاری آنکھ میں چبھو دیتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اجازت مانگنے کا حکم تو اسی لیے دیا ہے کہ اندر نگاہ نہ پڑے'' (صحیح بخاری: 6241)۔ یعنی تمہیں اندر جھانکنے کے بجائے ایک طرف کھڑے ہو کر اجازت مانگنی چاہیے تھی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ غربا کی ایک جماعت کے پاس سے گذرے جو صفّہ میں بیٹھے کھا رہے تھے، ان لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو مدعو کر لیا، آپ رضی اللہ عنہ شریک طعام ہو گئے اور فرمایا کہ خدا متکبرین کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے تمہاری دعوت قبول کر لی، اب تم میرے یہاں آؤ، وہ لوگ آگئے، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل خانہ سے فرمایا کہ جو کچھ گھر میں ذخیرہ ہے سب ان لوگوں کے حوالہ کر دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اور اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالی عنہم کی حیاتِ مبارکہ سے روزمرہ زندگی گزارنے کے اخلاق و آداب کے حوالے سے بے شمار مثالیں ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

اخلاق وآداب کے فوائد وثمرات

1۔ باہمی اتفاق واتحاد کی فضا پروان چڑھتی ہے۔

2۔ بھائی چارے اور اخوت کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔

3۔ حقوق العباد کی ادائیگی کا ماحول تشکیل پاتا ہے۔

4۔ انسانوں میں باہمی محبت واحترام پیدا ہوتا ہے۔

5۔ باہمی تنازعات کو حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے ہمیں بھی یہی سبق ملتا ہے کہ ہم اپنی زندگی میں معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب کو اپنائیں۔ جس طرح سے ہمارے نبی ﷺ نے اپنی روزمرہ زندگی میں اخلاق وآداب کو اپنایا، ہم بھی اسی راستے پر چلنے کی کوشش کریں۔ اسی میں ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابیاں پوشیدہ ہیں۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

ا۔ حسنِ اخلاق کے سب سے زیادہ مستحق ہیں:

(الف) اولاد	(ب) والدین	(ج) رشتہ دار	(د) اساتذہ

۲۔ سلام میں دعا دی جاتی ہے:

(الف) سلامتی کی	(ب) رزق میں فراوانی کی	(ج) جنت کی	(د) باہمی محبت کی

۳۔ اجازت سے متعلقہ احکام کون سی سورت میں بیان کیے گئے ہیں؟

(الف) سورۃ الکھف میں (ب) سورۃ مریم میں (ج) سورۃ النور میں (د) سورۃ الفرقان میں

۴۔ کسی کے گھر داخل ہونے سے پہلے ضروری ہے:

(الف) تحفہ لے کر جانا (ب) عمدہ لباس پہننا (ج) خوشبو لگانا (د) اجازت طلب کرنا

۵۔ حدیثِ مبارکہ کے مطابق مسلمانوں کی بخشش ہو جاتی ہے:

(الف) مصافحہ کرنے سے (ب) قرض دینے سے (ج) خاموش رہنے سے (د) اچھی گفتگو کرنے سے

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ معاشرتی تعلق سے کیا مراد ہے؟

۲۔ کسی سے مسکرا کر ملنا کیوں ضروری ہے؟

۳۔ اسلام میں سلام کرنے کے کیا آداب ہیں؟

۴۔ کسی کے گھر داخل ہونے سے متعلق قرآن مجید میں کیا تعلیم دی گئی ہے؟

۵۔ حضرت زید بن حارثہؓ کے مدینہ منورہ آنے پر نبی کریم ﷺ نے کیسے استقبال کیا؟

ج۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب تفصیلاً لکھیں۔

۲۔ نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب کا بہترین نمونہ ہیں۔ اپنے جواب کو حوالوں سے مزین کریں۔

۳۔ معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب پر عمل کرنے سے ہماری زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ وضاحت کریں؟

سرگرمیاں برائے طلبہ

- روز مرہ زندگی میں ہم اپنے گھر، خاندان یا محلے کے جن ممکنہ تنازعات اور جھگڑوں میں مصالحت اور صلح صفائی میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں، ان کی فہرست بنائیں۔
- معاشرتی تعلق کو نقصان پہنچانے والے عیوب کی نشاندہی کریں مثلاً استہزاء، بدگمانی وغیرہ۔

برائے اساتذہ کرام

- معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب سے سبق حاصل کرتے ہوئے سوشل میڈیا پر دوسروں کی کردار کشی کرنے کے گناہ اور نقصانات کے متعلق مذاکرہ کروائیں۔